نظامِ عدل اور عملی زندگی

تعلیماتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں

پروفیسر حسنہ بانو
عبداللہ گورنمنٹ کالج برائے خواتین، نارتھ ناظم آباد کراچی

Abstract

The Shariat Bestowed on the last Prophet ﷺ is the last and final one. That is why it covers all the aspects of life including justice which has been depicted in Prophets ﷺ life as well.

The other aspects includes love, brother hood, good governance, honesty, discipline, and how to build a society based on good values and beliefs.

قیام و قعود رکوع وسجود ادھورے ہیں جب تک نہ پڑھے درود

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم۔

اَمَّا بعد!

هُوَ الَّذِيٓ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰى وَدِيۡنِ الۡحَقِّ لِيُظۡهِرَهٗ عَلَى الدِّيۡنِ كُلِّهٖ ۚ (۱)

(اللہ) وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے، تاکہ اسے ہر دوسرے دین پر غالب کردے۔

ہادی آخر و اعظم، سید العرب والعجم، سید الکونین، ہادی محشر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پوری انسانیت کے ہادی بنا کر بھیجے گئے۔ امام الانبیاء، سید المرسلین ﷺ بنی نوع آدم اور پورے عالم انس وجن کے لیے دائمی نمونہ عمل اور خاتم الانبیاء بنا کر مبعوث کئے گئے۔ آپ ﷺ کا دین کائناتی اور آفاقی دین ہے۔ آخری پیغمبر کی شخصیت و کردار اتنا ہی مضبوط تھا جتنا کہ ان کا دین آپ ﷺ کی تعلیمات نہایت آسان ہیں، جس پر ہر امیر و غریب، حاکم، عوام، مرد و زن، بوڑھے اور جوان ہر ایک

آسانی سے عمل پیرا ہو سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (۲)

اور (اے پیغمبر) ہم نے تمہیں سارے ہی انسانوں کے لیے ایسا رسول بنا کر بھیجا ہے جو خوشخبری بھی سنائے اور خبردار بھی کرے، لیکن اکثر لوگ سمجھ نہیں رہے ہیں۔

ہادی برحق، بشر کامل، سید الکونین ﷺ کی تعلیمات، تمام بنی نوع آدم کی ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ جب نورِ نبوت سے سرفراز ہوئے۔ تو اس وقت بنی نوع آدم ضلالت و گمراہی کی تاریکیوں میں ڈوبے ہوئے تھے۔

نفس کی خواہش کی پیروی میں، ذات پات کی محبت، اہل وعیال کی محبت، رشتہ داروں کی محبت، رنگ ونسل کا امتیاز، وغیرہ انسان ہی انسان کا دشمن بنا ہوا تھا۔ ایک دوسرے کے حقوق غصب کرتے تھے۔ جاہلانہ رسمیں کھیل تماشے، قتل و غارت گری میں بہت آگے بڑھے ہوئے تھے۔ ایسے میں رسول اللہ ﷺ کا آنا اور ایک نسخہ کیمیا ساتھ لانا ایک معجزہ سے کم نہ تھا۔ آپ ﷺ عدل و انصاف سے بھرپور تعلیمات کے ساتھ ساتھ عملی نمونہ بھی تھے۔

عدل ومساوات:

دو چیزوں کے درمیان توازن قائم رکھنے کا نام عدل ہے، عدل کا تعلق صرف عدالتی کاروبار سے نہیں بلکہ زندگی کے ہر شعبہ سے ہے۔ اسلامی تعلیمات میں عدل کو نمایاں مقام حاصل ہے۔ (۳)

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى (۴)

بیشک اللہ انصاف کا، احسان کا، اور رشتہ داروں کو (ان کے حقوق) دینے کا حکم دیتا ہے۔

عدل و انصاف کے مترادف ایک اور لفظ آیا ہے۔ قسط: عدل، انصاف، جو حصہ انصاف کے ساتھ دیا جائے۔

وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ (۵)

اور انصاف کے ساتھ وزن کو ٹھیک رکھو، اور تول میں کمی نہ کرو۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (٦)

بیشک اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔(بے شک اللہ تعالیٰ عدل و انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے)

اسلام میں تمام لوگوں کو ان کے حقوق حاصل ہیں۔ اسلام نے عدم مساوات کہ جملہ احتمالات کو ختم کر کے ہر شخص کو خواہ وہ کسی ملک یا کسی قوم کا فرد ہو جملہ حقوق میں برابر کا درجہ دیا ہے۔ انسانی معاشرہ میں، قومی، قانونی اور معاشی مساوات ہو تو بے شمار برائیوں میں کمی ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی ہے کہ تم سب ایسا انکسار پیدا کرو کہ کوئی ایک دوسرے پر نہ زیادتی کرے نہ فخر کرے۔

اسلامی قانون کی نگاہ میں تمام افراد مساوی ہیں یہاں تک کہ پیغمبر اسلام، سید المرسلین ﷺ نے بھی اپنے آپ کو کبھی قانون سے بالاتر نہ سمجھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو بھی قصاص کے لیے اپنے آپ کو پیش کرتے دیکھا ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ دنیا سے رخصت ہو رہے تھے تو صحابہء کرامؓ کو پکار کر کہا کہ جس کسی کو مجھ سے کوئی بدلہ لینا ہو تو لے لے میں حاضر ہوں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے خود کو بدلے کے لیے پیش کر دیا۔ عام انسانیت کو سکھایا کہ کوئی بھی شخص ظلم و زیادتی کرے تو اس کی بخشش نہ ہوگی۔ چاہے وہ پیغمبر ہی کیوں نہ ہو۔ یہ اصول اگر اپنا لیا جائے تو دنیا سے ظلم مٹ جائے۔

ارشاد فرمایا:

اس امت میں کوئی برکت نہیں ہو سکتی، جس میں عادلانہ فیصلے نہ ہوں، اور جس میں کمزور شخص کوئی پریشانی اٹھائے بغیر اپنا حق زبردست سے وصول نہ کرے۔(۷)

تاریخ میں انسانی پستیوں کے گہرے گڑھے پڑے ہیں۔ اس میں چالاکیاں، سیاست، عیاری، بلاغت، مہارت، حکومت کی مصلحت اور پارٹی کی مصلحت وغیرہ کی بے پناہ رکاوٹیں ہیں، جو مختلف ناموں اور مختلف عنوانوں کے ساتھ عدل و انصاف کی راہ روکے کھڑی ہیں، اگر اس بلندی سے انسان دیکھے تو اسے دنیا میں انسانی زندگی گندگی کا ڈھیر نظر آئے۔(۸)

سید المرسلین ﷺ جو انسانیت کی معراج تھے۔ وہ کیسے برداشت کرتے کہ انسانیت کو ذلیل و رسوا کیا جائے، جو آئے ہی انصاف دلانے تھے، جو انسانیت کو اشرف المخلوقات کا شرف اور اس کی تعمیل و تکمیل کے لیے آئے تھے۔ انسانیت کو عزت و سربلندی کی طرف لے آئے، اور لوگوں کو تاکید کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ تم میں برے لوگ کون ہیں؟ لوگوں نے کہا جی ہاں! فرمایا: جو اکیلے کھائیں، برتنے کی چیزیں دینے سے منع کریں، اور اپنے غلام کو ماریں۔ اس سے بھی بدتر شخص بتاؤں؟ وہ جو لغزش سے درگزر نہ کرے، معذرت قبول نہ کرے اور گناہ معاف نہ کرے۔ اس سے بھی بدتر شخص بتاؤں؟ وہ جو لوگوں سے نفرت کرتا ہو، اور لوگ اس سے نفرت کرتے ہوں۔(۹)

قربان جایئے ایسے پیغمبر ﷺ پر، ایسے ہادی برحق ﷺ پر، جس نے انسانوں کو انسان بنا سکھایا، مقصد زندگی بتایا، اور خود سب سے پہلے عمل کر کے دکھایا۔ انسان اپنے مقام و مرتبے کو بھولا بیٹھا تھا۔ آپ ﷺ نے انسانیت کا ایسا درس دیا جس کی مثال نہیں ملتی۔

سرور کائنات ﷺ مخلوقات میں سب سے افضل تھے، بشر کامل محبوب خدا تھے، اس کے باوجود کبھی فخر وغرور کا رویہ اختیار نہ فرمایا۔

لوگوں سے بلاتکلف کلام کرتے، فقیر، غریب ناداروں کے ساتھ بیٹھ جاتے، غلاموں کے ساتھ بیٹھ کر کھانے میں کوئی عار نہ تھی، کبھی اکیلے کھانا پسند نہیں کرتے تھے۔ غریب مسکینوں کے ساتھ رہنے کو ترجیح دیتے تھے، کبھی ایسا موقع نہ آیا کہ محمد ﷺ سے کسی نے کچھ مانگا ہو اور آپ ﷺ نے کہا: ''نہیں''۔

کبھی کسی سے نفرت نہ کی، کسی کو حقارت سے نہ دیکھا، یہاں تک کہ اپنے محبوب چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل وحشی جس نے ان کے ساتھ وحشیانہ سلوک کیا تھا۔ اس سے بھی اسلام قبول کرنے کے بعد محبت فرمائی اور رحمدلی کا مظاہرہ کیا۔

ہوگا کوئی ایسا انسان جو اتنا رحمدل، عفوو درگزر کرنے والا، نیک بندہ خدا، محبوب خدا، اتنا صبر وتحمل کے انسانیت بھی حیران ہے۔ یہ اعلیٰ مثال ہے۔ انسانیت کے ساتھ عدل کی۔ کبھی کسی شخص کو ہاتھ نے تکلیف نہ دی، نہ کبھی زبان سے ایسے الفاظ نکالے کہ کسی کی عزت نفس مجروح ہوئی ہو۔ بلکہ سائل سے سوال کیا کہ یارسول اللہ ﷺ انسان کا حسن کس چیز میں پوشیدہ ہے؟

فرمایا: زبان میں۔(۱۰)

حضور ﷺ کا معمول تھا کہ جب کسی کی کوئی شکایت پہنچتی تو یہ کبھی نہ فرماتے کہ: فلاں شخص کا کیا حال ہے؟ بلکہ یوں فرماتے کہ ان قوموں کا کیا حال ہے؟ جو ایسا کہتے ہیں۔

خیر البشر پر لاکھوں سلام لاکھوں درود اور لاکھوں سلام

زبان کی تکلیف بڑی گہری ہوتی ہے۔ اس کا زخم روح تک اثر کرتا ہے۔ زبان کے گھاؤ سب سے زیادہ شرانگیزی کے باعث ہوتے ہیں۔ زبان کے شر سے جو فسادات جنم لیتے ہیں، اتنے کسی بھی چیز سے شر سرعت سے نہیں پھیلتے۔ بڑے بڑے فسادات کی جڑ زبان کا غلط استعمال ہے۔ جھوٹ، مکاری، وعدہ خلافی، گالم گلوچ، بے حیائی کی باتیں، گانے، بھڑکانے والی شاعری، دغا بازی، کفر، ناشکری، کونسا شر رہ گیا جو زبان کے غلط استعمال سے نہ پھیلتا ہو۔ شرارتیں گونگے لوگ نہیں کرتے۔ یہ زبان ہے، جو انسان کو نظر سے گرا بھی دیتی ہے اور بلند مقام و مرتبے پر پہنچا بھی دیتی ہے۔

کسی نے سوال کیا؟ یا رسول اللہ ﷺ نجات کیا ہے؟ فرمایا:

اپنی زبان پر قابو رکھو، تمہارا گھر کشادہ رہے اور اپنی خطاؤں پر آنسو بھاؤ۔

ارشاد فرمایا:

اپنے بھائی کی مصیبت پر خوشی کا اظہار نہ کیا کرو، ورنہ اُسے تو اللہ تعالیٰ عافیت دے گا اور تمہیں اسی میں مبتلا کردے گا۔ (۱۱)

قربان جایئے! قربان جایئے، کیسی عادلانہ تعلیمات ہیں، کتنے پیارے انداز میں کتنی اہم تعلیمات سے نوازا جارہا ہے۔ بھلا کوئی شخص چاہے گا کہ اس کی مصیبت پر کوئی خوشی منائے، اگر کوئی ایسا کرے گا تو خود سوچیے کتنی شدید دشمنی چھڑ جائے گی۔ دشمن شر پھیلانے سے پہلے نہیں سوچتا، کرنے کے بعد سوچتا ہے۔ اس لیے ہی خیر البشر، سرورِ کونین ﷺ نے اس شرانگیزی کی جڑ کو قابو رکھنے کی تلقین فرمائی، اس لیے ارشاد فرمایا:

من صمت نجا

جو خاموش رہا نجات پا گیا۔

کون دے گا ایسی عادلہ تعلیمات، ایسی مہارت کہ ہر قسم کی شرانگیزی کی جڑ کا پکڑ لینا، ہر انسان عزتِ نفس رکھتا ہے۔ اگر اس کی عزت نفس پر کوئی بات آتی ہے تو کوئی بھی برداشت نہیں کرتا، بلکہ بڑے جرائم اسی سبب سے جنم لیتے ہیں۔

کسی پر تہمت لگانا، غیبت کرنا، چغلی لگانا، زندہ تو تھے ہی مردوں کو بھی برا بھلا کہنے سے منع فرمایا، مومن کو گالی دینا فسق اور اس سے جنگ کرنا کفر ہے۔ مردوں برا بھلا نہ کہا کرو، وہ جو آگے بھیج چکے ہیں، اُدھر جاچکے ہیں، مردوں کے نیک کاموں کا ذکر کرو، اور برائیوں سے پرہیز کرو۔ (۱۲)

سرورِ کونین، خیر البشر تمام بنی نوع آدم کی ہدایت کا سامان لے کر آئے۔ آپ ﷺ کی

اعلیٰ تعلیمات کی وجہ سے معاشرے سے تمام برائیوں کا جڑ سمیت صفایا ہو گیا اور اس کی جگہ ایک ایسے معاشرے نے جنم لیا جس میں پیار، محبت، اخوت و مساوات، عدل و انصاف کی فضا قائم ہوئی۔ ایسا معاشرہ جس کی مثال نہ تو پہلے کبھی تھی نہ بعد میں کبھی قائم ہوئی۔ ہر انسان کو اس کا حق ملا، عزت و مقام ملا، ہر شخص اس معجزانہ زندگی پر خوش وخرم تھا۔

معاشرے میں عدل:

بمعنیٰ مل جل کر رہنا۔ تمام لوگ سوسائٹی میں مل جل کر رہیں اور اس کے قوانین پر عمل کریں اور رسم ورواج، خوشی غمی کے موقعوں پر ایک دوسرے کا ساتھ دیں اس کا نام معاشرت ہے۔

خاتم الانبیاء، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے عدل و انصاف کے ساتھ، جو معاشرتی فضا قائم کی اس کی مثال دنیا کی تاریخ میں کہیں نہیں ملتی۔ کونسی خوبی تھی جو اس معاشرے میں نہ تھی۔ ظلم وستم کو مٹا کر محبت واخوت کا درس دیا۔ نفرتوں کا خاتمہ کر کے محبتوں کے پھول بکھیرے، کفروشرک، جہالت و بے حیائی کی تاریکیوں سے نکال کر عزت وشرف، قدر ومنزلت کے مینار قائم فرمائے۔ بچے، بوڑھے، آزاد، غلام، مرد و زن ہر ایک کو اس کا حق دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب کو نہایت خوبصورت انداز سے سمجھاتے، کبھی سختی سے کلام نہ فرماتے، خوبصورت الفاظ، خوبصورت انداز، دلکش ومنفرد شخصیت، جس میں ہر شخص کھو جاتا، ہر شخص یہی گمان کرتا تھا کہ وہی سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی سے سب سے زیادہ محبت فرماتے ہیں۔ اسی کی سب سے زیادہ اہمیت ہے، معاشرے کا ہر فرد اس بات کا مستحق ہوتا ہے کہ اس کو مرتبہ و مقام حاصل ہو۔

ارشاد فرمایا:

> تم ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، تم کسی کو دوسرے کی دشمنی پر نہ اکساؤ، تم ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، تم ایک دوسرے سے قطع تعلقی نہ رکھو، تم میں سے کوئی کسی بیع پر بیع (یعنی کسی کی بولی پر بولی نہ لگائے) نہ کرے، اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ وہ نہ اس پر کوئی ظلم ڈھاتا ہے نہ اسے بے سہارا چھوڑتا ہے، اور نہ اس کی تحقیر کرتا ہے۔ (۱۳)

پھر اپنے سینے کی طرف تین بار اشارہ کر کے فرمایا! تقویٰ یہاں ہے۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا

فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۟ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۳۵﴾ (۱۴)

اے ایمان والو! انصاف قائم کرنے والے بنو، اللہ کی خاطر گواہی دینے والے، چاہے وہ گواہی تمہارے اپنے خلاف پڑتی ہو، یا والدین اور قریبی رشتہ داروں کے خلاف۔ وہ شخص (جس کے خلاف گواہی دینے کا حکم دیا جارہا ہے) چاہے امیر ہو یا غریب، اللہ دونوں قسم کے لوگوں کا (تم سے) زیادہ خیر خواہ ہے، لہٰذا ایسی نفسانی خواہش کے پیچھے نہ چلنا جو تمہیں انصاف کرنے سے روکتی ہو۔ اور اگر تم توڑ مروڑ کرو گے (یعنی غلط گواہی دو گے) یا (سچی گواہی دینے سے) پہلو بچاؤ گے تو (یاد رکھنا کہ) اللہ تمہارے کاموں سے پوری طرح باخبر ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ۭ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَاۗىِٕنِيْنَ خَصِيْمًا ﴿۱۰۵﴾ (۱۵)

بیشک ہم نے حق پر مشتمل کتاب تم (آپ ﷺ) پر اس لیے اتاری ہے تاکہ تم لوگوں کے درمیان اس طریقے کے مطابق فیصلہ کرو جو اللہ نے تم کو سمجھا دیا ہے، اور تم خیانت کرنے والوں کے طرف دار نہ بنو۔

آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے حق کے ساتھ فیصلہ کرنے کا حکم دیا ہے اور خیانت کرنے سے منع فرمایا ہے۔

معاشرتی برائیاں:

کرپشن اور سفارش کسی بھی ملک کی جڑوں کو کھوکھلا کر دیتا ہے، پاکستان میں بھی کرپشن اور رشوت جیسی برائیاں اپنے قدم جما چکی ہیں۔ پاکستان میں ناخواندگی کی شرح اتنی بلند ہے کہ پاکستان کے مثالی (بڑے اہم) ادارے مثلاً پی۔آئی۔اے، ریلوے، اسٹیل مل، سبھی تنزلی کا شکار ہیں۔ حالانکہ پاکستان اپنی جغرافیائی اور معدنی حیثیت کے باعث دوسرے ملکوں کے لیے ایک مثال تھا۔ لیکن میرٹ کا قتل، سفارش، بدعنوانی اور رشوت جیسی بیماریوں نے اس کی ترقی کو معکوس کر دیا ہے۔ اب حال یہ ہے کہ انجینئر، ڈاکٹر، ماسٹرز ڈگری ہولڈر ایم۔فل اور پی ایچ ڈی غرض سبھی ڈگریاں ہاتھ میں لیے روزگار کی تلاش میں ہیں۔

امیر و غریب میں تفاوت اس حد تک طول پکڑ چکا ہے کہ معیارِ تعلیم سے لے کر طبی سہولیات کی فراہمی حتیٰ کہ انصاف کے حصول تک تمام تر معاملات میں درجاتی فرق پایا جاتا ہے۔ بے روزگاری کی وجہ سے بیشتر نوجوان مایوسی کا شکار ہیں۔ اس سرمایہ دارانہ نظام میں مزدور کی حق تلفی معمولی بات بن چکی ہے۔ اس طرح کے حالات کا چلتے رہنا ہمارے معاشرے کے ساتھ ساتھ ملکی ترقی پر بھی ظلم ہے۔ احساس ذمہ داری ہی ایسی نعمت ہے کہ جس کی بدولت انسان اپنے ساتھ ساتھ دیگر کئی زندگیوں میں اُمید کے چراغ روشن کرسکتا ہے۔

محکمہ آب پاشی کے افسران واہل کار مالی منفعت کی خاطر نہری پانی کا رخ موڑ کر اسے خطیر رقوم کے عوض مالداروں، زمینداروں کو فروخت کرتے ہیں۔ ملک کی معیشت میں زراعت ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔(۱۶) اس کرپشن کا بھی خاتمہ ہونا چاہئے۔

لیکن حکام نے حیسکو کے خسارے کا سارا بوجھ عوام پر ڈال دیا ہے۔(۱۷)

ہادی برحق، شافع محشر، خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مضبوط معاشرہ قائم کرنے کے لیے اہم اصول مقرر فرمائے، بڑی بڑی برائیوں کا خاتمہ فرمایا۔ جہالت کی تاریکی سے قوم کو نکالا۔ آج بقول شاعر صورت حال یہ ہے۔

خزاں گزیدہ ہے گلشن، کوئی بہار نہیں — خوشی کا رنگ یہاں کوئی پائیدار نہیں
ہیں اتنے گھاؤ کہ انکا کوئی شمار نہیں — ترازو کوئی نہیں اور باٹ کوئی نہیں

قریش کے بعض لوگ سمجھتے تھے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رشتہ دار ہیں اور اس سبب سے آخرت میں وہ شفاعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مستحق ہوں گے، اس تصور کے پیش نظر ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے قریبی رشتہ داروں، اہل خاندان اور بعض قبائل کو جمع کیا اور ان کے سامنے خطبہ دیا۔

> اے عبد مناف کے بیٹو! تم اپنے آپ کو خدا کی آگ سے نکلنے کا انتظام کرو۔ میں تم کو اللہ کے سامنے کچھ بھی نفع و نقصان نہ پہنچا سکوں گا۔ اے قصی کی اولاد! اے عبدالمطلب کی اولاد! اور اے صفیہؓ رسول خدا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی! تم اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ کہ میں اللہ کے ہاں تمہارے لیے کچھ نہ کرسکوں گا، ہاں دنیا میں تو میری رشتہ دار ہے اور میں اس کا حق ادا کرتا ہوں۔(۱۸)

مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ

مُّقِیۡتًا۝۸۵(۱۹)

جو شخص کوئی اچھی سفارش کرتا ہے، اس کو اس میں سے حصہ ملتا ہے، اور جو کوئی بری سفارش کرتا ہے اسے اس برائی میں سے حصہ ملتا ہے، اور اللہ ہر چیز پر نظر رکھنے والا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی ہے کہ تم سب ایسا انکساری بیدار کرو کہ کوئی ایک دوسرے پر نہ زیادتی کرے اور نہ فخر کرے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ جب امانت ضائع ہو جائے تو قیامت کا انتظار کرو، پوچھا اس کا ضائع کرنا کیا ہے؟ فرمایا: جب کام نااہل کے سپرد کر دیا جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔(۲۰)

رسول اللہ ﷺ نے قاضیوں کے لیے ایک ضابطہ دیا اور کہا کہ مدعی اور مدعا علیہ کے بیانات سن کر فیصلہ کیا جائے، کسی ایک فریق کے بیان پر اعتماد کر کے یک طرفہ کارروائی نہ کی جائے اور یہ بھی نصیحت فرمائی کہ غصہ کی حالت میں قاضی فریقین کے درمیان فیصلہ نہ کرے۔

اِنَّ اللّٰهَ یَاۡمُرُكُمۡ اَنۡ تُؤَدُّوا الۡاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهۡلِهَا ۙ وَاِذَا حَكَمۡتُمۡ بَيۡنَ النَّاسِ اَنۡ تَحۡكُمُوۡا بِالۡعَدۡلِ ؕ (۲۱)

(مسلمانو) یقیناً اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے حق داروں تک پہنچاؤ، اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔

تم سب نگہبان ہو اور تم سب سے سوال کیا جائے گا، امام بھی نگہبان ہے۔ اس سے بھی سوال کیا جائے گا کہ تم نے رعایا کے ساتھ کیا برتاؤ کیا۔(۲۲)

سید الانبیاء، نبی مصطفیٰ، محبوب خدا ﷺ نے حکمرانوں کو خصوصی ہدایات فرمائیں، اور عوام کی بدحالی کا ذمہ دار حکمرانوں کو ٹھہرایا۔ عام عوام تو صرف اپنے کیے کی ذمہ دار ہے۔ وہ تو صرف اپنا جواب دے کر چھوٹ جائیں گے۔ مگر وہ لوگ جو حکومت کی خاطر اپنا مرتبہ و شہرت بڑھانے کے لیے دوسروں کے حقوق غصب کر لیتے ہیں، اور بڑے بڑے عہدے لے کر عوام کا خون چوستے ہیں۔ مالدار بننے کے لیے لوگوں کی جائیداد پر ناجائز قبضہ کرتے ہیں۔ غریب عوام پر ٹیکس لگا لگا کر اپنا بینک بیلنس بڑھاتے ہیں۔ آخر کب تک ایک دن تو زوال آتا ہے نہ پھر ان کا کیا حال ہوتا ہے۔

حالیہ رپورٹ دیکھیں تو کوئی محکمہ ایسا نہیں ملتا جہاں کرپشن نہ ہو، رشوت، چور بازاری، دھوکہ، غصب، معاشرے کا حصہ بن چکے ہیں۔ اور حکمرانوں کا یہ حال ہے کہ کسی بھی جرم کا اعتراف کرنے کے بجائے ایک دوسرے پر الزام ڈال دیتے ہیں اور ان کی غفلت کی وجہ سے کوئی حادثہ

رونما ہو جائے تو عوام کا منہ بند کرنے کے لیے کچھ رقم دینے کا اعلان کر دیتے ہیں۔ مگر اپنی غفلت کی نیند سے بیدار نہیں ہوتے، روزانہ کے اخبارات ایسی دلبرداشتہ خبروں سے بھرے ہوتے ہیں، صبح سویرے اگر اخبار پڑھ لو تو سارا دن غم اور صدمہ میں گزر جاتا ہے۔ آخر کب تک ایسا ہوتا رہے گا؟ کبھی بم دھماکے ہوتے ہیں، تو کبھی ایکسیڈنٹ، کبھی تنخواہ نہ ملنے پر احتجاج، تو کبھی نوکری نہ ملنے پر احتجاج، کبھی بجلی چوری، تو کبھی پانی نہ ملنے پر ہڑتالیں کی جاتی ہیں۔ یہ سب صرف حکمرانوں کی غفلت کا نتیجہ ہیں۔

حالیہ رپورٹ کے مطابق محکمہ صحت میں بلدیات سمیت کئی ادارے ہیں جہاں جعلی ادویات اور ملاوٹ شدہ اشیاء کا کاروبار پوری آزادی سے ہو رہا ہے۔ غذائی اشیاء، اور جان بچانے والی ادویات کے غیر قانونی کارخانے ہیں۔ گزشتہ ہفتہ سندھ کے چوتھے بڑے شہر اور ڈویژن ہیڈکواٹر میرپور خاص میں جعلی اور مضرصحت روغن تیار کرنے کا کارخانہ پکڑا گیا۔ ضلع میں معمولات زندگی جاری تھیں کہ اچانک شہر کی عوام پر یہ بات بجلی بن کر گری کہ شہر میں ''مردہ جانوروں کی ہڈیوں اور چربی سے گھی اور تیل تیار کر کے مارکیٹ میں فروخت کیا جا رہا ہے۔ اور پیٹرول پمپ پر ملاوٹ شدہ پیٹرول دستیاب ہوتا ہے۔

انتظامی ادارے جانوں سے کھیلنے والے جعلی مصنوعات کے کاروبار اور عوام دشمن عناصر کی پشت پناہی کرتی ہیں۔ (۲۳)

ساقی کوثر، شافع محشر، رسول اللہ ﷺ نے جو حکمرانوں کو عادلانہ تعلیمات سے نوازا تھا اس میں کوئی کہیں کوئی جھول نہ تھا۔ حکمرانوں کو حکم دیا:

آسانی کرو، سختی نہ کرو، اور لوگوں کو آرام دو اور نفرت نہ پھیلاؤ۔ (۲۴)

اب ذرا اپنی عوام سے پوچھیے حکمرانوں کے بارے میں کیا خیالات رکھتے ہیں۔ ٹی وی کے ہر چینل پر عوام روتی ہوئی نظر آتی ہے۔ شدید مسائل کا شکار ہر دن گیس، پانی، بجلی کے علاوہ نوکری نہ ملنے پر احتجاج، تنخواہ نہ ملنے پر، مہنگائی پر، سیوریج سسٹم کی خرابی پر، سواری نہ ملنے پر، کاروبار پر ٹیکس لگانے پر، اور اب تو ٹرینوں کے کرائے بھی بڑھا دیئے گئے ہیں۔ اس کرائے کے بڑھانے پر، پولیس کی ناجائز لوٹ مار پر، حالات سے دلبرداشتہ ہو کر نوجوان خودکشی کرنے پر مجبور۔

ہمارے حکمران کہاں سو رہے ہیں۔ صرف عیش پرستی، قرضے لینے اور ملکوں ملکوں کے دورے لگانے میں مصروف ہیں۔

قلب میں سوز نہیں، روح میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغام محمد ﷺ کا تمہیں پاس نہیں

حکمراں دیکھنا ہوتو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو دیکھئے، ایک گھاٹ سے شیر بھی سیراب ہوتے تھے، اور ہرن بھی، آپ صرف اپنے عہدیداروں پر اعتماد نہ کرتے تھے، بلکہ راتوں کو غریبوں، فقیروں کا بھیس بدل کر خود جائزہ لیتے تھے، اور عوام کے خیالات حکمرانوں کے بارے میں ان کی گفتگو کیا ہے، ہر ایک چیز کا بذات خود جائزہ لیتے تھے۔ اس کے باوجود بھی خوف خدا سے روتے تھے۔

عادلانہ نظم وضبط:

اگر ہم بھی حکمرانوں کو منتخب کرنے سے پہلے ان کے کردار کا جائزہ لے لیں تو بھی تنزلی کا شکار نہ ہوں۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے کچھ لوگوں نے بہت سی شکایات کیں۔ یہاں تک کہ یہ نمازیں بھی صحیح طرح نہیں پڑھاتے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کوفہ میں عہدیدار تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو بلوالیا اور ان سے پوچھا کہ لوگ آپ رضی اللہ عنہ کی بہت شکایات کرتے ہیں۔ اس پر انہوں نے اپنی صفائی میں اپنا قدیم الاسلام ہونا، اسلام کے لیے مشقتوں کا برداشت کرنا، جہاد کرنا وغیرہ بیان کیا اور عرض کیا کہ لوگ مجھے نماز پر دھمکیاں دیتے ہیں۔ میں نے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا اس سے کبھی کوتاہی نہیں کرتا۔

ہدایت کے ستارے تھے صحابۂ کرامؓ نورِ نبوت کے مینار تھے صحابۂ کرامؓ

آپؓ نے ان کی بات سن لی، مگر اس پر اکتفاء نہ کیا۔ ان کو باعزت روانہ فرمایا اور ساتھ میں دو آدمیوں کو بھی بھیجا کہ وہاں گشت کر کے ان کے متعلق شکایات کی تحقیق کر کے آئیں۔ انہوں نے کوفہ کی کوئی مسجد نہ چھوڑی جس میں جا کر نمازیوں سے حالات کی تحقیق نہ کی ہو۔ سب نے ان کی تعریف کی۔ البتہ ایک شخص نے کہا

① سعد رضی اللہ عنہ جہاد کے لیے نہیں جاتے گویا اپنی جان پیاری ہے۔
② تقسیم میں مساوات و برابری نہیں کرتے۔
③ فیصلہ میں انصاف نہیں کرتے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی تھے، کوئی انکا کردار داغدار کر رہا تھا۔ وہ مقبول لوگ تھے۔ سچے اور امانتدار تھے۔ جب اس شخص کی گفتگو اُن تک پہنچی تو بڑا صدمہ ہوا۔ صدمہ کی وجہ سے ان کی زبان سے یہ الفاظ نکل گئے۔ اس شخص نے تین شکایتیں کیں ہیں اس لیے تین بدعائیں کرتا ہوں۔

① اے اللہ! اگر یہ شخص جھوٹا ہے محض شہرت اور دنیا کو دکھلانے کی غرض سے کھڑا ہوا ہے کہ

بڑے آدمی پر تنقید کرنے سے شہرت ہوا کرتی ہے تو اس کی عمر بڑھادے۔

② اور فقر میں اضافہ کردے۔ ③ اور فتنوں میں مبتلا کردے۔

اس کے بعد دیکھنے والا اپنا مشاہدہ بیان کرتا ہے کہ میں نے اس شخص کو دیکھا کہ بڑھاپے کی وجہ سے پلکیں آنکھوں پر گر گئی تھیں، اور فقیر ہوگیا تھا، گلی کوچوں میں لڑکیوں کو چھیڑتا تھا، اور کوئی پوچھتا تھا کہ یہ کیا حال ہوگیا تو کہتا تھا کہ سعد رضی اللہ عنہ کی بدعا لگ گئی ہے۔(۲۵)

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِكَ مِنْ غَضَبِكَ وَ غَضَبِ رَسُوْلِكَ وَ غَضَبِ اَوْلِيَآئِكَ(۲۶)

ارشاد فرمایا: جو کسی ظالم کو ظالم جانتا ہو، پھر بھی اس کی مدد کے لیے اس کے ساتھ جائے وہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے۔

وضع میں تم ہو نصاریٰ، تو تمدن میں ہنود یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود
یوں تو سید بھی ہو مرزا بھی ہو، افغان بھی ہو تم سبھی کچھ ہو، بتاؤ مسلمان بھی ہو(۲۷)

آج ہمارے معاشرے میں فرقہ پرستی، پارٹی سسٹم کا رواج جڑ پکڑ چکا ہے۔ پارٹی سسٹم کی وجہ سے ٹارگٹ کلنگ کی وجہ سے کتنے معصوم لوگوں کا خون بہایا جاتا ہے۔ بلکہ پارٹی کے نام سے فرقوں کے نام سے لوگوں کو پہچانا جاتا ہے اور ہر پارٹی کے لوگ ایک دوسرے کے لیے یہ الفاظ استعمال کرتے ہیں ''کہ یہ میرا بندہ ہے'' ''ہمارا بندہ ہے''

ایسے الفاظ استعمال کرنا جائز ہیں؟

ہادی برحق، نورِ مجسم، خیرالبشر، محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ مالک اپنے مملوک و مملوکہ کو عبدی (میرا بندہ) اور امی (میری باندی) کے الفاظ نہ کہے، اور وہ اپنے مالک و مالکہ کو ربی (میرا آقا) اور ربتی (میری آقائن) کہے اور یہ اُسے سیدی اور سیدتی (میری سردار) اور فتاوی اور فتائی (صاحبزادے اور صاحبزادی) کہے، کیونکہ مملوک تو تم سب لوگ ہو اور ربّ اللہ تعالیٰ ہے۔(۲۸)

آپ خود انصاف کیجئے کہ ہم کیا کررہے ہیں، لوگ خود کو کس کا بندہ کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے علاوہ کس کس کے بندے بننے پر راضی ہوجاتے ہیں، نہ صرف راضی بلکہ فخر سے بتارہے ہوتے ہیں۔

قانون اور عدل:

عدالتی کارروائی میں عدل و انصاف سے کام لینا، حکمراں اور قاضی کے لیے فرض کا درجہ

رکھتا ہے۔ امام عادل کی تعظیم کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے، جو عادلانہ فیصلہ کرے، ظلم نہ کرے، ناجائز سزا نہ دے، کسی پر زیادتی نہ کرے نہ ظلم کرے، نہ رشوت لینے نہ ناجائز سفارش قبول کرے، تو ایسے قاضی کو جنت کی بشارت دی گئی ہے اور جو ایسے شخص کی توہین کرے، اس کو منافق قرار دیا ہے۔

> فرمایا: جہاں تک ممکن ہو سکے مسلمان کو حدود سے بچاؤ، کوئی صورت بھی اگر اس سے محفوظ رکھنے کی نکل سکے تو اُسے بچالو، کیونکہ امام کے لیے معافی میں چوک جانا سزا میں چوک جانے سے بہتر ہے۔ اگر کوئی حد لگائی جائے تو اس کے چہرے پر ضرب لگانے سے پرہیز کیا جائے۔ (۲۹)
>
> اور مزید ارشاد فرمایا: جو اپنے غلام کو قتل کردے گا میں اس کو قتل کروں گا، اور جو کوئی اس کا عضو کاٹے گا میں اس کا وہی عضو کٹوا دوں گا۔

غلام وہ طبقہ تھا جس کی معاشرے میں کوئی قدر و قیمت نہ تھی ان کو سخت سزائیں دی جاتی تھیں، ظلم کی انتہا تھی، حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کے بارے میں تو آپ نے پڑھا ہوگا۔ وہ فرماتے ہیں کہ میرے جسم کا کوئی حصہ ایسا نہیں ہے، جس پر زخم کا کوئی نشان نہ ہو۔

آقا اپنے آپ کو اس کا خدا سمجھتا تھا، اور ظلم کرنا اپنا حق سمجھتا تھا، غلام کو خریدنا و فروخت کر دینا معمول تھا، جانوروں کی طرف ان کو رکھا جاتا تھا۔ یہ حال تو اس وقت کہ غلاموں کا تھا، اگر ہم آج کے معاشرے میں دیکھتے ہیں تو اس سے بھی بھیانک سزائیں آزاد، معصوم اور بے قصور لوگوں کو دی جا رہی ہیں، ہر روز بے قصور لوگوں کو پکڑ لیا جاتا ہے اور جسم میں کرنٹ لگائے جاتے ہیں، گرم سلاخوں سے جلایا جاتا ہے۔ ناخن کھینچے جاتے ہیں اور کوڑوں کی سزا تو ہے ہی اور اس کے علاوہ جدید آلات سے سزا دینا، معمول کی باتیں ہیں، تشدد زدہ لاشیں، بوری بند لاش ملنا، تو اب معمولی بات بن چکی ہے۔ جس معاشرے میں ظلم اور سفا کی کا راج ہو، جس معاشرے میں زنا، شراب نوشی، بدکاری عام ہو چکی ہو۔ تو آپ خود ہی بتائیں وہاں زلزلے، سیلاب، آندھی، طوفان، بم دھماکہ، حادثات کی کثرت کیوں نہ ہو، وہاں کے حکمران جابر و ظالم چور ڈاکو بن جائیں اور عوام بھی من مانی پر اُتر آئے تو تیار رہیں، اللہ تعالیٰ کا عذاب کبھی بھی نازل ہو سکتا ہے۔

ہر ایک سمت خدائی ہے جابروں کی یہاں جو فرد جرم پہ اپنی ہیں شاداں و نازاں
کہاں سے آتے ہیں تاریکیوں کے ہرکارے کہاں سے آتی ہے یہ کار نفرتوں کی سپاہ؟
سلامتی کی امیدیں جیسی نقش برآب ہیں زخم زخم نگار جہاں کے سارے خواب
ہوا کہ ہاتھوں میں خون سے بھرے پیالے ہیں

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ (۳۰)

اے ایمان والو! ایسے بن جاؤ کہ اللہ (کے احکام کی پابندی) کے لیے ہر وقت تیار ہو (اور) انصاف کی گواہی دینے والے ہو۔

عدل کرو کہ عدل پرہیزگاری کے زیادہ قریب ہے۔ اسلامی تعلیمات میں عدل کو نمایاں مقام حاصل ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں صرف مسلم ہی نہیں بلکہ مشرکین و یہود اور نصاریٰ بھی اپنے اپنے فیصلہ کرانے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا کرتے تھے۔ کیوں کہ ان کو ہادی برحق، خاتم الانبیاء، سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے عادلانہ فیصلوں پر پورا پورا یقین واعتماد تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی کردار تھا جو لوگوں کو مجبور کر دیتا تھا، ایمان لانے پر یہی عدل و انصاف کرنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوبی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی تعلیمات کو عام کیا۔ حکمرانوں کو تاکید فرمائی عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنے کی۔ اس زمانے میں بھی رشوت اور سفارش عام تھی اس لیے علماء یہود بدنام تھے۔ اس کے علاوہ سردارانہ قریش عصبیت اور لاقانونیت کا شکار تھے۔ قبیلہ بنی مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی۔ بنی مخزوم خود کو بہت معزز سمجھتے تھے، اور ان کے قبیلے کی عورت کو چوری کے جرم کی سزا میں قطع ید کی سزا ملے، برداشت نہ ہو رہی تھی، سوچ بچار میں مصروف ہو گئے کہ کسی طرح اس عورت کو سزا سے بچا لیا جائے۔ چنانچہ طے یہ ہوا کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو سفارش کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا جائے تاکہ اس پر حد قائم نہ ہو سکے۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لاڈلے اور چہیتے تھے۔

وہ آئے اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اس عورت کی سفارش طلب کی، تاکہ وہ سزا سے بچ جائے۔ ہادی برحق، انصاف کے علمبردار، خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کیسے برداشت کر سکتے تھے کہ انصاف کے خلاف فیصلہ کیا جائے۔ انتہائی غضبناک ہو گئے۔ غصہ کی شدت سے چہرہ مبارک سرخ ہو گیا، فرمایا:

> تم سے پہلے کی امتیں اسی لیے برباد ہو گئیں، کہ جب معزز آدمی کوئی جرم کرتا تو تسامح کرتے اور معمولی آدمی جرم کر لیتا تو سزا کا مرتکب ہوتا تھا۔ خدا کی قسم! اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی سرقہ کرتیں تو اس کے بھی ہاتھ کاٹے جاتے۔ (۳۱)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چہیتی بیٹی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر خدا تھے۔ ان سے زیادہ معزز و مشرف، قابل عزت و احترام اور ایسا عادل حکمران جو صادق اور

امین کے لقب سے مشہور ہوں اور اپنی پیاری لاڈلی بیٹی کا نام لے کر فرمایا کہ اگر وہ بھی مرتکب جرم ہوتیں تو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرماں دیا کہ ان کو بھی سزا دیتا۔ ایسا عدل ایسے انصاف کی اعلیٰ مثال کہاں ملے گی۔

> حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے تو ہمیشہ یہ دیکھا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کوئی قصاص کا معاملہ آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے معاف کرنے کا حکم دیا۔(۳۲)

زمانہ جاہلیت میں ایک رسم تھی، جس کا ختم کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مناسب نہ سمجھا کیونکہ اس میں کوئی ایسی چیز نہ تھی جس میں عدل وانصاف کے خلاف کوئی بات نہ تھی۔

اس رسم کا نام تھا قسامت یعنی اگر ایک قبیلے کی زمین میں لاش پائی گئی تو لازماً یہ شبہ ہوگا کہ وہیں کے لوگوں نے مارا ہے۔ ایسے موقعوں پر ورثائے مقتول ان لوگوں سے یہ کہتے ہیں کہ یا تو تم میں سے پچاس آدمی حلف لیں کہ ہم نے اسے نہیں مارا یا تم سب مل کر اس کا خون بہا ادا کرو، ورنہ جس پر شبہ ہوگا ہم اسے مارڈالیں گے، اس رسم کے بانی ابوطالب تھے۔(۳۳)

پیغمبر خدا، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

> جو شخص قابل حد جرم کا مرتکب ہو اور جلد ہی اُسے اس دنیا میں وہ سزا مل جائے تو عدل خداوندی یہ گوارہ نہ کرے گی کہ آخرت میں بھی دوبارہ اس جرم کی سزا دے اور جو شخص قابل حد جرم کا ارتکاب کرے اور اللہ اس کے جرم کو پوشیدہ رکھے اور اللہ تعالیٰ معاف کردے تو اس کا کرم یہ گوارہ نہ کرے گا کہ وہ جس جرم کو یہاں معاف کر چکا ہے اس کی سزا کا آخرت میں اعادہ کرے۔(۳۴)

فرمادیا:

> **لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ط (۳۵)**
>
> اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔

جب بھی احساس جُرم ہو جائے توبہ استغفار کر کے خود کو آخرت کے عذاب سے بچالے۔ مایوس ہو کر مزید جرائم میں مبتلا ہونے کے بجائے توبہ کا راستہ اپنالے۔ تو اللہ تعالیٰ اپنی خاص رحمت سے بخش دے گا۔

کیا اس شخص کی مثال کافی نہیں ہے جس نے ۹۹ قتل کئے تھے اور اس کے بعد اس کو احساس جرم ہوا، شرمندہ ہوا اور ہدایت کی راہ تلاش کرنے نکل پڑا کہ آئندہ جرم نہ کروں گا، پاک

صاف زندگی گزاروں گا اور جب کسی نے اس شخص کو مایوس کر دیا کہ تیرا گناہ قابل معافی نہیں ہے، تو غصہ میں اس شخص کو بھی قتل کر ڈالا، اس طرح پورے ۱۰۰ سو قتل کر دیئے۔ پھر احساس جرم نے ستایا تو ایک بار پھر ھدایت کی تلاش میں چل پڑا اور راستے میں ہی وفات ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی نیت احساس جرم اس کی شرمندگی اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم دیکھ کر اس کے ۱۰۰ سو قتل معاف کر کے جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرما دیا۔ تو اے اللہ تعالیٰ کے گناہ گار بندو! اب بھی وقت ہے باز آجاؤ، کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ اور اس کے رسول کو ناراض کر کے دنیا سے رخصت و اور آخرت میں بھی شفاعت نہ ملے تو کیا ہوگا۔

کاروبار میں عدل:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ (۳۶)

اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق طریقے سے نہ کھاؤ،
الا یہ کہ کوئی تجارت باہمی رضامندی سے وجود میں آئی ہو (تو وہ جائز ہے)
اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو۔

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل طریقے سے مت کھاؤ، مگر یہ کہ تجارت کے طور پر یا رضامندی سے اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو۔

مال باطل طریقے سے کھانا کیا ہے۔ جو ہم مال کھاتے ہیں، اس کو حاصل کرنے کے طریقے اگر وہ جائز ہیں تو مال بھی جائز اور وہ طریقے ناجائز ہیں، تو مال باطل و ناپاک ہو جائے گا۔ حرام مال کہلائے گا۔ مثلاً رشوت، سود خوری، چوری، ڈاکہ، جوا، فراڈ، ناقابل فروخت اشیاء کا کاروبار، اغواء برائے تاوان وغیرہ۔ (۳۷)

جو لوگوں کے مال ناجائز طریقے سے کھاتے ہیں، یتیم کے مال پر قبضہ، زکوٰۃ، فطرہ، مزدور کی مزدوری، لڑکیوں کے مال پر ناجائز قبضہ، بیوہ کے مال و جائیداد پر قبضہ، ایسے لوگوں کو عذاب کی دھمکی دی جاتی ہے۔ دوسروں کا مال ناجائز کھانے سے ایک معاشرہ کھوکھلا اور برباد ہو جاتا ہے اور دنیا میں جو تباہی ہوتی ہے اس کی ذمہ داری تمام لوگوں پر آئے گی، کیونکہ جو ظالم تھا اس پر ظلم کی وجہ سے اور مظلوم پر اس لیے کہ اس نے ظلم کے خلاف آواز کیوں نہیں اٹھائی۔ اس لیے دنیا میں انسان برائی کے نتائج کے لئے اجتماعی طور پر ذمہ دار ہیں۔

اسی لیے ارشاد فرمایا: ظالم کی بھی مدد کرو اور مظلوم کی بھی۔

صحابہ کرام ؓ نے عرض کیا وہ کیسے یا رسول اللہ ﷺ تو فرمایا ظالم کی مدد ظلم کو روکنے اور مظلوم کی مدد ظلم سے بچانے کے لئے کرو۔

حلال روزی:

طَلَبُ كَسْبِ الْحَلَالِ فَرِيْضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيْضَة (۳۸)

فرائض کے بعد حلال روزی حاصل کرنا فرض ہے۔

حلال روزی اس مال کو کہتے ہیں جو ناجائز ذرائع کے بغیر محنت سے حاصل کی گئی ہو، جو ہر طرح کے کرپشن سے پاک ہو، کسی کا حق مار کر حاصل نہ کیا ہو۔ ہاتھ سے محنت کر کے کھانے کمانے والوں کو پیغمبر خدا ﷺ اپنا دوست رکھتے تھے۔ اس شخص کے بارے میں ارشاد فرمایا:

جو شخص دن بھر اپنی قوت بازو سے کام کر کے تھکا ماندہ شام گزارے تو وہ رات، اس کی مغفرت میں گزرتی ہے۔

رسول خدا، محمد مصطفیٰ ﷺ نے ہر اس کاروبار سے منع فرمایا جس سے عوام کا نقصان ہو رہا ہو، اور ان کو نقصان پہنچ رہا ہو یا عوام مشکلات کا شکار ہو کر ضرورت زندگی کی اشیاء خرد ونوش سے محروم ہو جائیں۔

ضروریات زندگی میں کھانے اور پینے کی اشیاء سب سے زیادہ اہمیت رکھتی ہیں۔ جس پر انسانی زندگی کا دارومدار ہوتا ہے۔ ان اشیاء کی خرید وفروخت کے متعلق کیا ارشادات ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے پانی کی تجارت سے منع فرمایا۔ جب رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ وہ چیزیں بتایئے جس سے کسی کو روکنا جائز نہیں ہے؟ فرمایا: پانی، پھر پوچھا گیا اور کچھ؟ فرمایا: نمک، پھر پوچھا گیا کچھ اور؟ فرمایا آگ، پھر پوچھا گیا اور کچھ؟ تو فرمایا: جتنی بھلائی کر سکو وہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ (۳۹)

اس حدیث مبارکہ میں سب سے سرفہرست جس چیز کا ذکر کیا گیا ہے وہ ہے پانی کی خرید و فروخت کرنا۔ ہمارے معاشرہ میں تو سب سے زیادہ پانی کی خرید وفروخت کی جا رہی ہے۔ پانی پر بڑے فسادات ہوتے ہیں۔ پانی نہ ملنے پر احتجاج، بھوک ہڑتال، روڈ بلاک اور خودکشی تک کے واقعات موجود ہیں۔ پانی موجود ہوتے ہوئے، بڑے بڑے دریا، سمندر، ڈیم، نہریں موجود ہیں، مگر عوام سے حال پوچھا جائے تو گھروں میں دو مہینہ پانچ مہینہ اور سال سال بھی گزر جاتا ہے مگر پانی کا سسٹم بحال نہیں ہو پاتا، عوام کو مجبور ہو کر ٹینکر خرید کر پانی حاصل کرنا پڑتا ہے، بلکہ حد تو یہ ہے کہ

جہاں پانی نہ ملتا ہو وہاں پر تو اور زیادہ ظلم یہ ہے کہ پانی کے ٹینکر کی قیمت کو بھی دگنا کر دیا جاتا ہے۔ یہ کیسا ظلم ہے۔

میرے پیارے آقا تو فرما رہے ہیں کہ پانی کی تجارت نہ کرو۔ پانی سے عوام کو مت محروم کرو، مگر میں کیا کہوں ان ظالم تاجروں کو، جو سب سے زیادہ مالدار ہوتے جا رہے ہیں۔ لوگوں سے انکا حق چھین کر ان کو پینے سے محروم کر دیا۔

پیغمبر خدا محمد مصطفیٰ ﷺ کے دور کے تو مشرکین بھی پانی پلانے کو باعث اجر سمجھتے تھے، اور حاجیوں کو پانی پلا کر فخر کرتے تھے، کسی کو بھی پانی سے نہ روکتے تھے۔ ہم اب اسی دور سے بھی بدترین دور میں آ گئے ہیں کہ جس چیز پر زندگی کا انحصار ہے اسی رقم سے اپنا بینک بیلنس بنا رہے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے دور میں تو لوگ کنویں کھودوایا کرتے تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بھی ایک کنواں لے کر عوام کے لیے وقف کر دیا تھا۔ ان کے علاوہ بھی کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے جنہوں نے صرف مسلمانوں کے لیے نہیں بلکہ عوام الناس کے لیے کنویں خرید کر وقف کر دیئے۔ جہاں پر پانی کی سہولت نہ تھی وہاں پر کنویں کھدوا دیئے اور ایک ہم ہیں۔

کاروبار میں عدل:

یہ ہمارے معاشرے کا سب سے بڑا جرم بن چکا ہے جس پر نہ تو کوئی سزا ملتی ہے اور نہ کوئی روک تھام کے ذرائع اختیار کئے جاتے ہیں۔ جبکہ پیارے آقا نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

> ناپنے تولنے والو! تمہارے سپرد وہ کام ہیں جنہیں (ٹھیک طور پر نہ کرنے والوں) کی وجہ سے تم سے پہلے کے لوگ ہلاک ہو چکے۔ جب تو کوئی چیز فروخت کرے تو اسے ناپ کر دے اور جب خرید لے تو ناپ کر لے۔ (۴۰)

پیارے آقا کی پیاری صفات اور عادلانہ تعلیمات سے معاشرہ ترقی کی راہ پر گامزن رہ سکتا ہے۔ ہماری معاشرہ میں تو خاص ضروریات کی اشیاء دودھ، آٹا، گھی، چینی، صابن، کریمیں، مصالحہ جات، کونسی ایسی چیز رہ گئی جس میں ملاوٹ نہ ہو۔ قیمتیں بڑھ جاتی ہیں، اور کوالٹی مزید خراب ترین ہوتی جاتی ہے۔

تاجروں پر ٹیکس لگا لگا کر ان کے کاروبار بند کرا دیئے، مگر ملاوٹ والی اشیاء فروخت کرنے والوں پر کوئی بھی پابندی نہیں لگائی گئی۔ بڑے بڑے تاجر بدظن ہو کر ملک سے باہر چلے گئے، تاجر برادری ہڑتالیں کر کر تھک گئی اور ظلم یہ ہے کہ ہمارے ملک میں تاجروں سے بھتہ وصول کرنے کی جو ظالمانہ روش اختیار کی گئی اس میں تو کتنے ہی معصوم تاجروں کا خون بہایا گیا اس کا حساب کون دے گا؟

ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اُس شخص پر مہربانی کرتا ہے جو خرید و فروخت اور قیمت وصول کرنے والوں کے تقاضے میں سہولت اور نرمی اختیار کرتا ہے۔ اور تاجروں کے بارے میں ارشاد فرمایا:

> تاجر بروز حشر عموماً فاجروں کی صف میں اٹھیں گے، بجز اُن تاجروں کے جو تقویٰ رکھتے ہیں ہوں اور نیکوکار ہوں اور راست باز ہوں۔(۴۱)

جس چیز کا کھانا اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اس چیز کی قیمت لینا بھی حرام ہے، ارشاد مبارکہ ہے:

> مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، کسی مسلمان کے لیے اپنے بھائی کو عیب دار سودا دینا جائز نہیں، جب تک کہ وہ اس کا عیب اچھی طرح بتا نہ دے۔

اس کے علاوہ ناجائز کاروبار کرنے والے، شراب کا کاروبار، بازارحسن، سودی لین دین، ذخیرہ اندوزی، منشیات فروشی، اعضاء انسانی کی خرید وفروخت، اغواء، جو ہمارے معاشرے میں عام ہو چکے، یہ ہمارے معاشرے کو گھن کی طرح چاٹ رہے ہیں۔

> ارشاد فرمایا: میری اُمت میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جو پئیں گے تو شراب لیکن اس کا نام کچھ اور رکھیں گے۔

آج کے دور میں تو شراب کے علاوہ کئی مشروبات میں الکحل کا استعمال کیا جاتا ہے اور ہر قسم کی شراب عام ہے، ایسے لوگوں کو سخت عذاب کی دھمکی دی جاتی ہے۔

اے خاصۂ خاصان رُسل وقت دعا ہے　　امت پہ تیری آکہ عجب وقت پڑا ہے

خواتین کے ساتھ عدل:

دنیا میں یہ صنف نازک چونکہ ہمیشہ ذلیل رہی ہیں۔ اس لیے کسی نام اور شخص کے حالات میں یہ پہلو کبھی پیش نظر نہیں، رہا کہ اس مظلوم کے ساتھ اس کا طریق معاشرت کیا تھا۔ اسلام دنیا کا سب سے پہلا مذہب ہے۔ جس نے خواتین کی دادرسی کی اور عزت و منزلت کے دربار میں ان کو مردوں کے برابر حقوق فراہم کئے۔ اسلام میں خواتین کو جو عزت و شرف حاصل ہوا ہے۔ اس پر وہ جتنا ناز کرسکتی ہے کرے۔(۴۲)

شارع اسلام، خاتم الانبیاء، سید المرسلین، رحمۃ للعالمین ﷺ نے خواتین کو جو حقوق دیے کیا، شاندار طریقے سے عدل و انصاف کے ساتھ ان کو ان کے درجات پر فائز کیا، اس کی مثال دنیا کی تاریخ میں کہیں نہیں ملتی۔ عرب کے لوگ تو لڑکی کی پیدائش کو منحوس سمجھتے تھے، اور پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کر دینا تو عام رسم تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مکہ میں ہم عورتوں کو بالکل ناقابل توجہ سمجھتے تھے، جبکہ مدینہ

میں خواتین کی کچھ قدر تھی، لیکن اس قدر بھی نہ تھی جس کی وہ مستحق تھیں، آپ ﷺ کے حسن سلوک نے اور زیادہ قوی اور نمایاں کر دیا تھا۔ آپ ﷺ نے خواتین کے مزاج کو پسلی کی مانند قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

عورت پسلی کی مانند ہے۔ اگر تم اسے سیدھی کرنا چاہو گے تو ٹوٹ جائے گی اور اگر فائدہ اٹھانا چاہو تو ٹیڑھ پن میں ہی فائدہ اٹھا سکتے ہو۔ (۴۳)

یعنی عورت کو مارنے پیٹنے، زخمی کرنے کی ممانعت ہے۔ اس پر تہمت لگانے پر ۸۰ کوڑوں کی سزا مقرر فرمائی، بیٹیوں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت قرار دیا، ماں کے قدموں تلے جنت قرار دی گئی، یتیم لڑکیوں کی کفالت پر جنت اور جنت میں رسول اللہ ﷺ کا ساتھ ہونے کی بشارت سنائی۔ بیوہ کے ساتھ شادی اور حسن سلوک کرنے کا حکم فرمایا اور آپ ﷺ نے خود سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جن کی عمر بھی ۴۰ سال اور آپ ﷺ ان کے مقابلے میں نوجوان تھے، شادی کر کے اعلیٰ مثال قائم کی اور جب تک وہ موجود رہیں دوسری شادی نہ کی۔

خواتین کی گواہی کو معتبر قرار دیا۔ خواتین سے مشورہ کر لینے اور معاملات میں ان کی رضامندی معلوم کرنے کو ضروری قرار دیا۔

نکاح اور طلاق کی تعداد متعین کر دی، اس سے پہلے لوگ سو سو نکاح کئے رکھتے تھے، اور طلاق دینا روز کا معمول تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاق دیں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو کوڑوں کی سزا دی۔

وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ؕ (۴۴)

وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا

اور یہ تاکید کرتی ہیں کہ تم یتیموں کی خاطر انصاف قائم کرو۔ اور تم جو بھلائی کا کام کرو گے، اللہ کو اس کا پورا پورا علم ہے۔

صلح کی وجہ سے جفا پیشہ دلوں کے اوپر بار نسیم کے ٹھنڈے جھونکے چلنے لگتے ہیں۔ انس و محبت کی شبنم سے باہم تعلقات کو طراوٹ نصیب ہوتی ہے اور ازدواجی تعلقات کو باقی رکھنے کا داعیہ پیدا ہوتا ہے اور اگر ختم ہو چکے ہوں تو ازدواجی تعلقات پھر سے استوار ہو سکتے ہیں۔

انتخاب نکاح میں کس چیز کو ترجیح دی جائے؟ ہمارے معاشرے میں تو لگتا ہے صرف

خوبصورتی، حسن، رنگت ہی کو معیار بنالیا گیا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں مالداری اور ذات، حسب نسب کو ترجیح دی جاتی تھی، مگر سرور کائنات، افضل البشر، اکمل البشر حضرت محمد ﷺ نے نکاح میں کس چیز کو ترجیح دی، فرمایا:

عورت سے اس کی چار خوبیوں کی وجہ سے کیا جاتا ہے۔ مالداری، اس کا گھرانہ یا شرافت داری، اس کی خوبصورتی اور اس کا دین، تو بس تو دین والی عورت کو حاصل کرو ورنہ تیرے ہاتھوں پر خاک۔(۴۵)

پاک دامنی اور دینداری اچھا اخلاق و کردار ہی وہ معیار ہے جس کی وجہ سے ازدواجی تعلقات خوشگوار ہو سکتے ہیں۔ دینداری عورت کی سب سے بڑی خوبی ہے۔ ارشاد مبارکہ ہے کہ: دنیا سامان زیست ہے اور اس کی بہترین متاع صالح عورت ہے۔

اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے تمام ازواج سے جو نکاح کئے تھے وہ خوبصورتی اور مالداری کی وجہ سے نہیں کئے تھے۔ آج کے دور میں جہیز ایسی لعنت ہے کہ کئی لڑکیاں جہیز نہ ہونے کی بنا پر گھروں میں بیٹھی ہیں۔ یہ ایک ایسی رسم ہے ہمارے معاشرے کی کہ جس میں دینداری کے بجائے مالداری کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔

چاہے لڑکی میں کوئی خوبی بھی نہ ہو اگر یہ سب مل جائے تو ٹھیک ہے، یہ کیسا انصاف ہے صنف نازک کے ساتھ۔

نکاح کی تعداد کا متعین کرنا عورت کے ساتھ سب سے بڑا انصاف ہے جو صرف ہماری شریعت مطہرہ میں ہے۔ جائز تعلقات استوار کرنا اور ناجائز تعلقات سے بچنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ زمانہ جاہلیت میں سو اور ڈیڑھ سو نکاح کرنا معمولی بات تھی ہماری شریعت نے مثنیٰ وثلث وربٰع ۔

فَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا تَعۡدِلُوۡا فَوَاحِدَةً (۵۶)

چار نکاح کی اجازت کے ساتھ ساتھ انصاف کے ساتھ اس کے حقوق ادا کرنے کی شرط لگادی، اگر انصاف کر سکتے ہو تو ۴ ورنہ ایک ہی کافی ہے اور اگر ایک بھی نہ سنبھالی جائے تو روزہ رکھو۔

تمام ازواج میں آپ ﷺ کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سب سے زیادہ محبوب تھیں۔ لیکن یہ محبت رنگین لباسوں اور سنہرے زیوروں کی صورت میں کبھی ظاہر نہ ہوئی۔ تمام ازواج کا جو لباس تھا۔ وہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا تھا۔ چنانچہ وہ فرماتی ہیں:

تمام ازواج مطہرات کے پاس صرف ایک جوڑا (ایک سوٹ) ہوتا تھا۔(۴۷)

رسول اللہ ﷺ سادگی کو پسند کرتے تھے، اور دنیاوی زیب و زینت کو ناپسند کرتے تھے۔

آج کے فیشن کے دور میں لباس ہی بڑا مسئلہ بنا رہتا ہے ہر پروگرام کے لیے الگ سوٹ ہونا چاہیے، خواتین کہ جھگڑے ہی ختم نہیں ہوتے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خواتین نہایت دلیری کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے مسائل دریافت کرتی تھیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان کی اس دلیری پر حیرت ہوتی تھی۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کسی قسم کی ناگواری کا اظہار نہ فرماتے، بلکہ خواتین عموماً نازک مزاج ہوتی ہیں اور ضعیف القلب ہوتی ہیں، ان کی خاطر داری کا نہایت خیال رکھتے تھے۔(۴۸)

> بیوی کے ساتھ حسن سلوک کرنے والے شخص کو بہترین شخص قرار دیا، اور جس کی بیویاں زیادہ ہوں اور وہ اُن میں انصاف نہ کرتا ہو تو فرمایا: قیامت کے دن اس کا اوپر کا دھڑ جھکا ہوا ہوگا۔(۴۹)

رسول اللہ ﷺ نے اپنی عملی زندگی میں ازواج کے ساتھ عدل وانصاف کی اعلیٰ ترین مثالیں قائم فرمائیں۔

تمام ازواج کے پاس روزانہ جاتے اور رات کی باریاں مقرر کیں ہوئی تھیں تاکہ کوئی بھی خود کو کسی سے کم نہ سمجھے جب سفر پر جاتے تو قرعہ اندازی کرتے، جس کا نام آتا اسی کو سفر میں ساتھ لے کر جاتے تاکہ آپس میں جھگڑا نہ کریں، گھریلو معاملات میں اور دوسرے معاملات میں مشورہ بھی فرماتے۔

خواتین کو یہ تمام حقوق دے کر اس کا مقام و مرتبہ بلند فرمایا۔ خواتین کے ساتھ عدل و انصاف کرے کا حکم فرمایا اور سزا میں بھی تخفیف کرنے کا حکم دیا۔ اس کو گالم گلوچ کرنے اور الزام تراشی سے بچایا اور زخم لگانے والی چوٹ سے سختی سے منع فرمایا۔ خواتین کو تو جتنا شکر کر سکتیں ہیں شکر کریں یہ مقام ان کو ملا۔

یہ عادلانہ مقام دے کر رسول اللہ ﷺ نے جو صنف نازک پر احسان فرمایا ہے اس کا کوئی بدل ہو ہی نہیں سکتا۔

عشق نبوی درد معاصی کی دوا ہے ظلمت کدہ دہر میں وہ شمع ھدیٰ ہے
آمد تری اے اکرم رونق عالم تیرے ہی گلشن ھستی یہ بنا ہے۔

حواشی وحوالہ جات:

۱۔ سورۂ فتح، آیت ۲۸

۲۔ سورہ سباء، آیت ۲۸

۳۔ اسلام الف سے بے تک، مصنف: مختار بدری، دارالاشاعت کراچی، ۲۰۰۴ء

۴۔ سورہ نحل، آیت ۹۰

۵۔ سورہ رحمن، آیت ۹

۶۔ سورہ بقرہ، آیت ۱۹۵

۷۔ نقوش رسول نمبر، ادارہ فروغ اردو، لاہور، جلد ۶، شمارہ ۱۳۰

۸۔ فی ظلال القرآن، سید قطب شہید، ادارہ منشورات اسلامی بالمقابل منصورہ ملتان روڈ لاہور، جلد نمبر ۲، ص ۲۵۷

۹۔ نقوش نمبر، جلد ۸، ص ۵۶۱، شمارہ نمبر ۱۳۰، مدیر محمد طفیل

۱۰۔ نقوش نمبر، جلد ۸، ص ۶۳۷، شمارہ نمبر ۱۳۰

۱۱۔ نقوش نمبر، جلد ۸، ص ۵۶۱، شمارہ نمبر ۶۳۷

۱۲۔ نقوش نمبر، جلد ۸، ص ۵۶۱، شمارہ نمبر ۶۳۷

۱۳۔ صحیح بخاری، کتاب الادب، ص ۳۸۱

۱۴۔ سورہ نساء، آیت ۱۳۵

۱۵۔ سورہ نساء، آیت ۱۰۵

۱۶۔ روزنامہ جنگ، ۲ نومبر ۲۰۱۵ء، محمد مبین رپورٹ، سانگھڑ

۱۷۔ روزنامہ جنگ، ۲ نومبر ۲۰۱۵ء، مستقیم رپورٹ، کوٹری

۱۸۔ نقوش نمبر، جلد ۸، ص ۱۰۹، باب شفاعت رسول

۱۹۔ سورہ نساء، آیت ۸۵

۲۰۔ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، محمد سعید کراچی، ج ۲، ص ۵۲۶

۲۱۔ سورہ نساء، آیت ۵۸

۲۲۔ صحیح بخاری، کتاب الوصایا،، ج ۴، ص ۲۰

۲۳۔ روزنامہ جنگ، ۲ نومبر، ۲۰۱۵ء، رپورٹ: سلیم آزاد میرپور خاص

۲۴۔ صحیح بخاری، کتاب الوصایا، ج ۲، ص ۴۰

۲۵۔ شمائل ترمذی، تالیف: امام محمد بن عیسیٰ ترمذی، ترجمہ حضرت محمد ذکریا مہاجر مکتبہ الشیخ، بہادر آباد، ص ۲۳۶،

۲۶۔ نقوش نمبر، ج ٦، ص۵۱۹، شمارہ ۱۳۰

۲۷۔ علامہ اقبال، بانگ درا، ص ۲۰۷

۲۸۔ نقوش نمبر، ج ٦، ص ۵۰۹

۲۹۔ نقوش نمبر، ج ٦، ص ۵۰۷

۳۰۔ سورۂ مائدہ، آیت ۸

۳۱۔ سیرۃ النبی ﷺ، ج ۲، ص ۳۰۸

۳۲۔ سیرۃ النبی ﷺ، ج ۲، ص ۳۰۸

۳۳۔ نقوش نمبر، ج ٦

۳۴۔ نقوش نمبر، ج ٦، ص ۳۰۸

۳۵۔ سورۂ زمر، آیت ۵۳

۳۶۔ سورہ نساء، آیت ۲۹

۳۷۔ فی ظلال القرآن، ج: ۲، سید قطب شہید ادارہ منشورات اسلامی بالمقابل منصورہ لاہور

۳۸۔ نقول نمبر ج: ٦، ص ٦٦۹

۳۹۔ نقول نمبر ج: ٦، ص ۴۷۹

۴۰۔ نقول نمبر ج: ٦، ص ۴۷۹

۴۱۔ نقول نمبر ج: ٦، ص ۴۷۹

۴۲۔ سیرۃ النبی ﷺ، ج ۲، ص ۳۵۸، علامہ شبلی نعمانی، ناشر: دینی کتب خانہ

۴۳۔ صحیح بخاری، کتاب الوصایا، ص ۴۰

۴۴۔ سورہ نساء، آیت ۱۲۷

۴۵۔ نقوش نمبر، ج ۱۰، شمارہ ۱۳۰

۴۶۔ سورہ نساء، آیت ۳

۴۷۔ سیرۃ النبی ﷺ، تالیف علامہ شبلی نعمانی، ج ٦، ص ۴۰۴

۴۸۔ سیرۃ النبی ﷺ، تالیف علامہ شبلی نعمانی، ج ٦، ص ۳۵۸

۴۹۔ نقوش نمبر، ادارہ فروغ اردو، لاہور، جلد ٦، ص ۳۷۴، شمارہ ۱۳۰